جدید پنجابی شاعری میں سماجی عوامل

ڈاکٹر عاصمہ غلام رسول*

Abstract

Contemporary Punjabi poets have made different issues of their society the topics of punjabi poetry. It is not just a matter of love and affection but many political, economic, moral and psychological problems are also described in Punjabi poetry that is why its canvas has become more vast which has given the diversity to our asset.

This possitive change is a step towards the betterment of their society by sensitive and creative community. This article describes the social aspect of Punjabi Poetry.

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جہاں افراد کے افکار و خیالات میں تبدیلی آتی ہے اور اقوام اپنے طرزِ زندگی کے حوالے سے بہت سی نئی اقدار کو اپناتی اور فرسودہ اقدار کو ترک کرتی ہیں وہیں ان کی زبان اور ادب بھی ان تبدیلیوں سے بالواسطہ اور بلاواسطہ متاثر ہوتے ہیں۔ زندہ زبانیں سماج اور معاشرے میں کارفرما عوامل سے براہِ راست متاثر ہوتے ہیں اور انہیں اپنی نثر اور شاعری کا حصہ بناتی ہیں۔ پنجابی زبان کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس زبان کا تخلیقی ادب جمود اور ٹھہراؤ کا شکار نہیں ہے بلکہ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ پنجابی ادب اور بالخصوص شاعری کا کینوس وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عصرِ حاضر کے پنجابی شعراء نے عشق و محبت کے ساتھ ساتھ ایسے بہت سے موضوعات کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا ہے جو معاشرے میں جابجا بکھرے ہوئے ہیں۔ پاکستان کے موجودہ دور کی پنجابی شاعری کے مطالعے سے موجودہ پاکستانی بالخصوص پنجابی معاشرت کے نمایاں عناصر اور سماجی مسائل نیز افرادِ معاشرہ کے اندازِ فکر کا بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

آج کے دور میں معاشرے کے اپنے ہی عوامل ہیں۔ جیسے کہ پرانے دور میں لوگوں کو مشکلات تھیں آج بھی ہمارا سماج مختلف اقسام کی پریشانیوں، بیماریوں اور بہت سے بحرانوں میں مبتلا ہے۔ عوام اُن تمام مشکلات کو برداشت

* کوآڈینیٹر شعبہ پنجابی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

تو کرتی ہے مگر ان سے کیسے نکلا جائے یہ نہیں سوچتی، ان کی سوچ اور فکر کو معیاری کرنے کے لیے پنجاب کے شعراء ان کی مادری زبان میں سمجھانے اور بتانے کی کوشش میں سرگرم نظر آتے ہیں۔

شعراء اپنی شاعری کے ذریعے ڈھیر سارے عوامل کی نشاندہی کرواتے ہیں اور ان سے نکلنے کا طریقہ اور مشورہ بھی فراہم کرتے ہیں۔ ان کے جذبات کو اک نئی لہر عطا کرتے ہیں۔ جس سے ترقی پسند معاشرہ پھلتا اور پھولتا ہے۔ لوگوں میں شعور بیدار ہوتا ہے۔ لوگ صحیح غلط کی پہچان کرنے لگتے ہیں اور اپنے آنے والے کل کو بہتر کرنے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں۔ اسی بات پر شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

چھانواں نوں ازما بیٹھا واں
کلیاں دھپے آ بیٹھا واں(۱)

ایتھے کال محبتاں دا اے ہور نئیں گھاٹا کوئی
ایسے لئی تے اِک دوجے توں دور آں ہوندے جاندے(۲)

جب انسان میں انسانیت ہی ختم ہو جائے اور وہ اپنے عزیز واقارب سے دور اور اپنے بھائی بہن کے خون کا پیاسا ہو جائے تو ہر طرف اندھیرا ہی دکھائی دیتا ہے۔ آئے دن ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ماں نے اپنے بچوں سمیت خودکشی کر لی یا باپ نے بیٹی کو اور بیٹے نے باپ کو قتل کر دیا، جہاں اتنی جاہلیت دکھائی دے تو خدا بھی وہاں سے اپنی رحمت کے سائے ہمیشہ کے لیے اٹھا لیتا ہے لیکن اس کی وجہ کو تلاش کرنا ہو گا کہ آخر لوگ کیوں ایسا کرتے ہیں اس بارے میں شاعر رقم طراز ہے:

بھکھ دا مسئلہ سانجھا ساڈا دونواں دا پر سجناں
میں لبھناں واں اَن تے پانی، توں سونے دے چھلّے(۳)

جب ہر طرف بھوکھ پیاس، افلاس نظر آئے تو ہر طرف جنگل کا قانون دکھائی دیتا ہے، جب ایسا منظر ہر طرف نظر آئے اور سمجھ نہ آئے کہ ہم کدھر جائیں پھر انسان کہاں جائے، اس بارے میں شریف کنجاہی لکھتے ہیں:

جنگاں مڑ چھڑیاں کہ چھڑیاں
قوماں مڑ بھڑیاں کہ بھڑیاں
دور کتے گجدے نیں جیہڑے

آؤ سے جدو یہڑے

کی ہووے دا

کی بنے دا

کی کراں دے

کدھر جاں دے

گھل مل آئے چار چوفیرے بدل جدوں سواہرے

مولا خیر گزارے (۴)

معاشرے میں معاشی ناہمواریاں اور ناانصافیاں عام ہوں امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہو رہے ہوں۔ روٹی، کپڑا اور مکان کی بنیادی ضروریات پوری نہ ہوں۔ انسان اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشات کی تکمیل کے لیے کولہو کے بیل کی طرح کام کرے مگر خواہشات کا حصول سراب بن جائے۔ تو اس کے نتیجے میں معاشرے میں بدحالی آتی ہے اور لوگ اس بدحالی کے بھنور میں دھنستے جاتے ہیں اور انہیں ایک ہی بات دکھائی دیتی ہے اور وہ مایوسی ہے کیونکہ نہ تو یہ لوگ ڈھنگ سے کوئی محنت مزدوری کر پاتے ہیں اور نہ ہی اپنے بچوں کا پیٹ بھر پاتے ہیں اس طرح کے موضوع پر احمد راہی لکھتے ہیں:

کیویں کتّاں، کیویں تمّاں درداں والیے مائے

اَج تر نجنیں پھوڑیاں وچھیاں

چوڑے دے چھنکارے

لُٹ لے کتے ونجارے

ہاواں دے لنبونی مائے

اج کوارے ھاسے

جاواں کیہڑے پاسے

اگے پچھے، سجے کھبےّ (۵)

بڑے طبقے کے لوگ چھوٹے طبقے کے لوگوں کا خون نچوڑتے آئے ہیں ہمیشہ سے غریب دن رات محنت کرنے کے باوجود بھی وہ منزل حاصل نہیں کر پاتا جو امیر کو وراثت میں مل جاتی ہے۔ شاعر لکھتا ہے:

رت ڈُھلے یاں دل ٹٹ جاوے ایہناں نوں ہوندا نئیں

پتھراں دے پنڈوں آئیاں نیں، سڑکاں ساڈے شہر دیاں(۶)

جب افرادِ معاشرہ کو اپنی محنت کا صلہ نہ ملے تو آہستہ آہستہ وہ سستی اور کاہلی کا شکار ہو جاتے ہیں اور معاشرے میں جمود اور ٹھہراؤ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے عوام اپنے حالات بدلنے کا سوچنا چھوڑ دیتی ہے تو اس کے جسم کو دیمک لگ جاتا ہے اور پھر وہ اسی طرح سے اسے خالی کرتا ہے جیسے لکڑی کو کھوکھلا کرتا ہے۔ یونس احقر نے کیا خوب کہا ہے:

جُسے اج مثال بنے نیں گھن کھادے شتیراں دی

ذہناں نوں فکراں نے ڈنگیا تے سکلاں سینے سَلّے نیں(۷)

موجودہ دور میں ایک دوسرے سے نفرت، مادہ پرستی، آپادھاپی، شیطانیت اور بہت کچھ ہو رہا ہے اس طرح سماج میں بے حسی جیسی اخلاقی برائی جنم لیتی ہے اور انسان ایک دوسرے کا خیال کرنا چھوڑ دیتا ہے اجتماعی سوچ کی بجائے انفرادی سوچ جنم لیتی ہے اس طرح انسان دوسرے انسان کے لیے سب سے بڑا دشمن بن کر سامنے آتا ہے۔
بیرہ جی لکھتے ہیں:

بے حساں دی دنیا دے وچ کون کسے دا دردی

ایویں روگ کھلارے جاندے اینویں پیندیاں کھچاں(۸)

منافقت معاشرے کا شیوہ بن چکی ہے۔ سچی اور کھری بات کہنے کی سزا بہت بڑی ہے یہی وجہ ہے کہ آج کا دور ایسا ہے کہ لوگ دل میں بغض رکھتے ہیں اور منہ کے میٹھے بنتے ہیں۔ ایسا کرنا ان کی فطرت کے ساتھ ساتھ مجبوری بن چکا ہے۔

طفیل خلش نے اپنی شاعری میں موجودہ دور کی عکاسی بڑے خوبصورت انداز میں یوں کی ہے:

سچ بولن توں پہلاں جیبھ نوں منداں تھلے پیس دیؤ

میرے دور نے سچے بندے سولی تے لٹکائے نیں(۹)

عدل وانصاف کا حصول خواب بن جائے اور تمام قاعدے وضابطے غریب کے لیے ہوں جبکہ امیر ہر قانون سے ماورا ہوں تو جرم کے سائے ہر طرف منڈلانے لگتے ہیں اور لوگ ایک دوسرے کا حق کھانے لگتے ہیں اور انصاف جیسی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تو پھر شاعر قلم اٹھاتے ہیں اور لکھتے ہیں:

اج انصاف دی پگڑی لاہی

بھریا شہر نہ ملی گواہی
پائی بتھیری ہال دہائی
ادھی راتیں قید سنائی (۱۰)

منیر نیازی نے اس استحصال زدہ سماج کو آسیب زدہ سماج قرار دیا ہے۔ وہ ان دیکھی انسان دشمن طاقتوں سے سہا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ وہ ان دیکھی طاقتوں سے اس قدر ڈرا ہوا ہے کہ اس کے اندر کے وسوسے، اندیشے، کچھ ہونے کا جو ڈر موجود ہے ان سب کو وہ ڈائن اور چڑیلوں کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے اسکی نظر میں یہ ہماری آنکھوں کے سامنے تو نہیں آتیں پر ان کا خوف ہر وقت ہوتا ہے۔

گھر دیاں کندھاں اتے دسن چھٹاں لال پھوار دیاں
ادھی راتیں بوہے کھڑکن ڈیناں چیکاں مار دیاں
سپ دی شوکر گونجے جیوں گلاں گجھے پیار دیاں
ایدھر اودھر لک لک ہسن شکلاں شہروں پار دیاں
روحاں وانگوں کولوں لنگھن مہکاں باسی ہار دیاں
قبرستان دے رستے دسن کوکاں پہرے دار دیاں (۱۱)

ممتاز کنول دی نظم " وڈے لوکاں لئی " سماج میں ان لوگوں کے بارے میں بتاتے ہیں جو ظالم اور ڈاکو ہیں۔ جو غریب کی محنت کا صلہ نہیں دیتے جبکہ مزدور کسی بھی معاشرے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ مزدور کے بغیر کوئی بھی سماج ترقی کے زینے پر قدم نہیں رکھ سکتا:

جیٹھ ہاڑ دیاں دھپاں دے وچ
تھہر دے بھارے پتھر ڈھوندیاں
عمراں بیتی جاون
انھیاں، گنگیاں، بولیاں جونکاں
میرے خون نوں پیتی جاون
جتنا پیلا کیتی جاون (۱۲)

ہمارا ملک جب سے آزاد ہوا ہے ترقی کی کشمکش میں بہت کچھ کھو چکا ہے بہت سے پیارے ہم سے جدا ہو چکے

ہیں اور اس وقت بھی لوگ اک دوسرے کی جان کے دشمن تھے اور آج بھی یہ ہی حال ہے۔ کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی حادثہ ہوتا ہی رہتا ہے۔ سلیم پاشا لکھتے ہیں:

چار چفیرے اگاں لگیاں
اکھیاں وچ انگیارے
ہتھاں اُپر کنڈھے اُگے
لہو وچ گھلیا زہر
اے ساڈی کرنی دا کارن
یاں فر رب دا قہر؟ (۱۳)

عصرِ حاضر کی پنجابی شاعری میں معاشی ناہمواریوں اور ان ناہمواریوں کے نتیجے میں افراد کی نفسیات اور ذہنی کیفیات میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کو باآواز بلند موضوع بنایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سماج کے چہرے کو ہر زاویے سے دیکھنے اور پرکھنے کے لیے پنجابی شاعری کا مطالعہ بلا مبالغہ ایک اہم وسیلے کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور مستقبل میں بھی معاشرے اور پنجابی شاعری کا یہ تعلق اسی مضبوطی کے ساتھ قائم رہے گا۔

حوالہ جات

۱۔ احسان رانا، میرا اکھر میرا سورج، لاہور: نقوش پریس، جولائی، ۱۹۸۷، ص۔۴۴

۲۔ محمد اقبال نجمی، لاٹ، لاہور: فروغ ادب اکادمی، ۲۰۰۹، ص۔۱۱۵

۳۔ ایضاً: ص۔۱۱۵

۴۔ شریف کنجاہی، جگراتے، لاہور: عزیز پبلشرز، ۱۹۸۶، ص۔۳۰

۵۔ احمد راہی، ترنجن، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، س۔ن، ص۔۱۰۱

۶۔ رؤف شیخ، بلدا شہر، لاہور: سانجھ پبلشرز، ۲۰۰۷ء، ص۔۲۳

۷۔ یونس احقر، سوچ دا سفر، لاہور: عزیز پبلیشرز، ص۔۶۲

۸۔ بیرا جی، تریل دا سیک، لاہور: کاظم علی برادرز پرنٹرز، ۱۹۹۳، ص۔۲۴

۹۔ طفیل خلش، چپ دا موسم، لاہور: لاہور، پنجند اکیڈمی، ۲۰۰۰، ص۔۵۲

۱۰۔ ظہور حسین ظہور، ققنس، لاہور: بی پی ایچ پرنٹرز، ص۔۲۲

۱۱۔ منیر نیازی، کل کلام، خزینہ علم و ادب، لاہور، ۲۰۰۲، ص۔۲۲۶

۱۲۔ ممتاز کنول، بلدے اکھر، لاہور، نفیس پرنٹنگ پریس، جولائی ۳۶، ۱۹۸۱

۱۳۔ سلیم پاشا، وکھ ہون توں پہلاں، لاہور: ٹوپیکل پبلیشرز، ۲۰۰۵ء، ص۔۲۷

ملخص:

جدید پنجابی شعراء نے اپنی شاعری میں معاشرے کے مختلف موضوعات کو پیش کیا ہے۔ عشق و محبت کے معاملات کے علاوہ سیاسی، معاشی، اخلاقی اور، نفسیاتی مسائل کو اپنی شاعری میں موضوع بنایا ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ پنجابی شاعری کا دائرہ کار وصعت آشنا ہوا ہے اور اس میں پنجابی شاعری کے سرمائے کو تنوع عطا کیا ہے۔ یہ مثبت تبدیلی نہ صرف اپنے معاشرے کی اصلاح کی طرف ایک قدم ہے، بلکہ حساس تخلیقی ذہنوں کی عکاس ہے۔ اس مقالے میں پنجابی شاعری سے معاشرتی پہلوؤں کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ:

*نفسیات *کیفیات *عوامل *معاشرہ *سماج *مستقبل *آزاد *پاکستان *پنجابی *انسانیت *نفرت *مادہ پرستی * آپادھاپی *شیطانیت *اخلاق *انصاف * ضابطے *غریب *اجتماعی *انفرادی